عربی کی ایک قلمی کتاب سے

تاریخِ ہند پر نئی روشنی

از
(جناب ڈاکٹر منور رشید احمد فارقی صاحب استاد ادبیات عربی دہلی یونیورسٹی)

(۵)

ہندی رِطل کو سیر کہتے ہیں، سیر سَتَّر مثقال[۱] کا ہوتا ہے اور سَتَّر مثقال مصر میں ایک سو دو اور دو تہائی درہم کے برابر ہیں. چالیس سیر کا ایک من ہوتا ہے، ہند کے لوگ (ناپنے کے) پیمانوں سے نا آشنا ہیں. نرخوں میں درمیانی نرخ گیہوں کا ہے، یعنی بارہ آنے کے ایک من، (یعنی لگ بھگ بیس سیر) جو آٹھ آنے کے ایک من، چاول چودہ آنے کے ایک من، چاول کی اعلیٰ قسموں کا نرخ اور زیادہ ہے، چنے آٹھ آنے کے دو من، گائے اور بھیڑ کے گوشت کا نرخ ایک ہے، دو آنے کا چھ سیر، بکری کا گوشت دو آنے کا چار سیر. بطخ یا مرغابی بارہ آنے کی ایک (فوٹو نسخہ۔ روپیہ کی ایک)، مرغی چھ آنے کی چار (فوٹو نسخہ۔ آٹھ آنے کی چار)، شکر آٹھ آنے کی پانچ سیر، مصری آٹھ آنے کی چار سیر، موٹی بکری کی عمدہ سری آٹھ آنے یا تنکہ میں، (۵ / ۲۴) گائے یا بھینس کی اچھی سری، روپیہ میں اور کبھی اس سے بھی سستی. ہند میں

---

[۱] اس حساب سے سیر لگ بھگ موجودہ آدھ سیر کے بقدر ہوا، رِطل کا وزن بھی اسی قدر ہوتا ہے.

لوگ گائے اور بھیڑ کا گوشت زیادہ کھاتے ہیں۔

میں نے شیخ مبارک سے پوچھا کیا اس کی وجہ بکریوں کی کمی ہے؟ بولے: نہیں، بس عادت ہی ان دو جانوروں کا گوشت کھانے کی پڑ گئی ہے، بکریاں تو ہر گاؤں میں ہزاروں کے حساب سے ہیں۔ اعلیٰ قسم کی چار مرغیاں آٹھ آنے میں آتی ہیں۔ کبوتر، چڑیاں، اور مختلف قسم کے پرند کوڑیوں کے مول ہیں۔ ہر قسم کے چرند پرند کے شکار کی بہتات ہے۔ فنک نامی لومڑی (جس کا فر بہت عمدہ ہوتا ہے) اور گینڈا پایا جاتا ہے، گو افریقی ہاتھی گینڈے سے زیادہ بڑا اور شاندار ہوتا ہے

اہلِ ہند عادۃً سفید کپڑے پہنتے ہیں۔ پوری آستینوں کے ڈھیلے لمبے اونی کوٹ (جُورخ) اور اونی کپڑے جب باہر سے آتے ہیں تو خوب نفع سے بکتے ہیں۔ صرف عالم اور فقیر اون پوش ہوتے ہیں۔ سلطان، خان، ملک اور سارے فوجی افسر تاتاری ٹوپی (تتریات) پہنتے ہیں اور تکلا وات (؟) اور خوارزمی قبائیں جو کمر پر چست ہوتی ہیں۔ بڑھیا لاس ریشم کے چھوٹے عمامے جن کی لمبائی دس بارہ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتی سر پر باندھے جاتے ہیں۔

شریف ناصر الدین محمد حسین کارمی المعروف بہ زُمُردی نے جنہوں نے دو بار ہند کا سفر کیا اور سلطان قطُب الدین کے مہمان رہے، مجھ سے بیان کیا کہ ہند کے لوگ زیادہ تر سفید کپڑے پہنتے ہیں، جمعہ کے دن اکثر لوگ ٹھاٹ دار لباس میں ملبوس ہوتے ہیں جن پر سونے کا کام ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کی آستینوں پر سونے کے تاروں سے نقش ونگار بنے ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کے مونڈھوں پر جیسا کہ مغلوں کی رسم ہے۔ قبائیں

مُرَتَّبَۃُ الانباط (؟) ہوتی ہیں، اور ان پر جواہرات ٹکے ہوتے ہیں، ٹانکنے کے لئے زیادہ تر یاقوت و الماس استعمال کئے جاتے ہیں۔ لوگ لمبے بال رکھتے ہیں جیسا کہ مصر و شام میں فوج کا دستور ہے، لٹوں میں ریشمی مباف ڈالے جاتے ہیں۔ کمر میں سونے چاندی کے پٹکے، چرمی موزے اور جھمیزیں باندھی جاتی ہیں، تلوار صرف سفر کے دوران کمر سے باندھی جاتی ہے۔

وزیروں اور سکریٹریوں کا لباس فوجی افسروں کی طرح ہے، لیکن وہ پٹکے نہیں باندھتے، کچھ وزیر اور سکریٹری پگڑی کا پلّہ صوفیوں کی طرح آگے لٹکاتے ہیں۔ قاضیوں اور عالموں کا لباس ڈھیلی اچکن یا کوٹ ہوتا ہے عام لوگ قمیص (فرجیّات مقندرہ ؟) اور ڈھیلا کوٹ (دراریع) پہنتے ہیں۔

شبلی نے مجھ سے بیان کیا کہ دہلی کے باشندے ذہین اور خوش فکر ہوتے ہیں، فارسی و ہندی بے تکان بولتے ہیں، بعض اہلِ علم عربی میں بھی اچھے شعر کہتے ہیں، ان میں بہت سے درباری شاعر نہیں ہوتے لیکن سلطان کی شان میں قصیدے لکھتے ہیں اور سلطان ان کی آؤ بھگت کرتا ہے اور انعام دیتا ہے۔ شبلی نے کہا:۔ سلطان کے ایک سکریٹری کا دستور ہے کہ فتح یا دوسرے اہم موقع پر وہ قصیدہ لکھتا ہے سلطان کے حکم سے اس کے شعر گنے جاتے ہیں اور ہر شعر پر سکریٹری کو دس ہزار تنکے دئے جاتے ہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سلطان کو قصیدے کا کوئی حصہ یا شعر پسند آتا ہے اور وہ یہ سمجھ کر کہ اگر اس نے سکریٹری کے انعام میں کوئی خاص رقم متعین کردی تو اس کا حق پورا پورا ادا نہ ہوگا، وہ سکریٹری کو حکم دیتا ہے کہ خزانہ میں جائے اور جو چاہے لے لے۔ شبلی نے سلطان کی غیر معمولی داد و دہش اور فیاضی پر میری حیرانی دیکھی تو کہنے لگے کہ اس

کے باوجود سلطان حکومت کی آمدنی کا نصف بھی خرچ نہیں کرتا۔

یکتائے روزگار شیخ شمس اصفہانی نے مجھ سے بیان کیا: قطب الدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کیمیا سازی کو برحق سمجھتے تھے، میں نے ان سے بحث کی اور کیمیا سازی کو غلط قرار دیا۔ انھوں نے کہا: تمھیں معلوم ہے کہ سونے کی کتنی بڑی مقدار عمارتوں کو سجانے اور زیور بنانے میں ضائع ہو جاتی ہے، اور جتنا سونا ضائع ہوتا ہے اتنا کانوں سے نکلتا نہیں، مجھے تحقیق سے معلوم ہے کہ گزشتہ تین ہزار سال میں سونا ہندوستان سے باہر نہیں گیا، اور نہ وہ سونا جو باہر سے یہاں آیا پھر کبھی باہر گیا، سوداگر ساری دنیا سے خالص سونا لے کر یہاں آتے ہیں اور اُس سے عود، طبی جڑی بوٹیاں، اور قسم قسم کے گوند خریدتے ہیں، اس سے ظاہر ہوا کہ سونا اگر بنایا نہ جاتا تو بالکل ختم ہو چکا ہوتا۔ ہمارے شیخ شہاب الدین نے کہا: قُطب الدین شیرازی کا یہ قول تو درست ہے کہ جو سونا باہر سے ہند آتا ہے وہ پھر لوٹ کر نہیں جاتا، لیکن ان کا یہ کہنا کہ کیمیا برحق ہے، صحیح نہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمدؐ بن تغلق کے کسی پیش رو سلطان نے کوئی علاقہ فتح کیا اور وہاں اتنا سونا ملا کہ تیرہ ہزار بیلوں پر لادا گیا۔ اہلِ ہند کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ دولت جمع کرتے ہیں، کسی سے اگر پوچھا جاتا ہے کہ تمھارے پاس کتنی دولت ہے تو وہ کہتا ہے: یہ تو مجھے نہیں معلوم، ہاں میں دوسرا یا تیسرا پوتا ہوں جو اپنے دادا کی دولت جمع اس گولک میں کر رہا ہوں، مجھے یہ نہیں معلوم کہ وہ کتنی ہے!"

اہلِ ہند روپیہ جمع کرنے کے لئے زمین میں کنوئیں یا غار کھودتے ہیں اور کچھ لوگ تالاب میں گولک بناتے ہیں جس میں صرف اشرفی ڈالنے کے لئے

سوراخ ہوتا ہے. ملاوٹ کے ڈر سے نہ تو وہ ڈھلا ہوا سونا لیتے ہیں، نہ سونے کے ٹکڑے اور نہ سونے کی چھڑیں بلکہ صرف دینار لیتے ہیں. ہند کے بعض جزیروں کے باشندوں کے پاس جب گھڑا بھر دینار ہو جاتے ہیں تو چھت پر ایک جھنڈا گاڑ دیتے ہیں، کسی کسی کی چھت پر دس اور اس سے بھی زیادہ جھنڈے لگے ہوتے ہیں.

شیخ بُرہان الدین اَبوبکر بن خَلاَل محمد بَزّی نے مجھ سے بیان کیا:
اس سلطان (محمدؒ بن تغلق) نے ایک علاقہ میں فوجیں بھیجیں جو حدودِ دیوگیر کے بالکل آخر میں واقع تھا، یہاں کے باشندے ہندو تھے اور ان کا ہر راجہ رائے (مسالک: را) کہلاتا تھا. شاہی فوج جب رائے سے نبرد آزما ہوئی تو اس نے سفیر بھیجے کہ بادشاہ سے کہہ دو کہ ہم سے جنگ نہ کرے اور بار برداری کے جتنے جانور چاہے بھیج دے میں سب کو سونے چاندی سے لاد دوں گا. کمانڈر ان چیف نے سلطان کو رائے کی عرضداشت سے مطلع کیا. سلطان نے جواب میں لکھا کہ رائے سے جنگ بند کر دو، اور اس کو امان دے کر اپنے ساتھ میرے پاس لے آؤ. رائے جب حاضر ہوا تو سلطان نے اس کی بے انتہا آؤ بھگت، اور عزت کی اور کہا: (دولت کے بارے میں) جو بات تم نے کی میں نے آج تک نہیں سنی، تمھارے پاس کتنی دولت ہے جو تم نے کہا کہ ہم جتنے جانور چاہیں بھیج دیں تم سب کو لاد دوگے؟ رائے: مجھ سے پہلے اس سلطنت میں سات رائے حکومت کر چکے ہیں اور ہر ایک نے ستّر ہزار بابین دولت جمع کی ہے اور یہ سب میرے پاس موجود ہے. راوی: بابین ایک خوب بڑا حوض ہوتا ہے جس میں چار طرف سے سیڑھیوں کے ذریعہ اُترتے ہیں؟ رائے کی یہ بات سن کر

سلطان حیران ہوا اور حکم دیا کہ اُس ساری دولت پر اُس کے نام کی مُہر لگا دی جائے. پھر سلطان نے رائے سے کہا کہ اپنی قلمرو میں گورنر مقرر کر دے اور خود دہلی میں قیام کرے. سلطان نے اس کو مسلمان ہونے کی بھی دعوت دی، لیکن اس نے انکار کر دیا، سلطان نے اس کو اپنے مذہب پر رہنے دیا. رائے دہلی میں ٹھہر گیا اور اپنی قلمرو میں گورنر مقرر کر دئے. سلطان نے اس کی شایانِ شان وظیفہ جاری کر دیا اور (۵/۲۶) بہت سا روپیہ اس کے عزیزوں میں تقسیم کرنے بھیجا تاکہ وہ اس کی رعایا بن جائیں. تہ خانوں پر اپنی مہر لگا کر سلطان نے ان کو جوں کی توں رہنے دیا. اس قصہ کے راوی بزرگ ہیں جن کی ثقاہت اور سچ گوئی مسلم ہے، تاہم اِس میں اگر کوئی بات صحیح نہ ہو تو اس کی ذمہ داری اُن کے سر ہے.

علی بن منصور عُقیلی نے جو بحرین کے ایک عرب رئیس ہیں مجھ سے بیان کیا کہ ہمارے سفیر برابر ہند جاتے ہیں اور وہاں کے بہت سے حالات ہمیں معلوم ہیں. یہ خبر پے در پے ہمیں موصول ہوئی کہ اس سلطان نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کی ہیں، ایک مفتوحہ شہر میں پانی کا ایک تالاب تھا اور اس کے بیچوں بیچ ایک مندر جس کی تعظیم کی جاتی تھی اور لوگ اس کی مورتی پر نذرانے چڑھاتے تھے، جتنے نذرانے آتے وہ اس تالاب میں ڈال دیتے جاتے. سلطان نے شہر فتح کیا تو اس کی توجہ اس مندر کی دولت کی طرف دلائی گئی، چنانچہ تالاب سے ایک لمبا کاٹا گیا جس سے ہو کر سارا پانی نکل گیا، اس کے نیچے جو سونا تھا وہ سلطان نے لے لیا، (اور وہ اتنا زیادہ تھا) کہ دو سو ہاتھیوں اور کئی ہزار

بیلوں پر لادا گیا۔ عُقیلی نے کہا: سلطان بڑا فیاض آدمی ہے، اور پردیسیوں کے ساتھ خوب داد و دہش کرتا ہے، ہمارے دو عرب اس سے ملنے کے ارادے سے گئے اور اُن کو سلطان کے حضور میں باریاب ہونے کی سعادت حاصل ہوئی، سلطان بڑی مہربانی سے پیش آیا، خلعت سے ان کی عزت افزائی کی، اور ان پر خوب روپیہ صرف کیا حالاں کہ وہ یہاں کے معمولی عرب تھے۔ پھر سلطان نے ان کو اختیار دیا کہ چاہے ہند میں قیام کرلیں، اور چاہے وطنِ مالوف واپس چلے جائیں، ایک نے ہند میں اقامت پسند کی، اس کو سلطان نے ایک بڑی جائداد دی، بہت سا روپیہ اور بہت سے مویشی، اس وقت ہند میں وہ خوب ٹھاٹ کر رہا ہے۔ دوسرے نے وطن جانے کی خواہش کی، اس کو سلطان نے تین ہزار سونے کے تنکے مرحمت فرمائے اور اُس کو خوش و خرم بحرین لوٹا دیا۔

ہند کے کچھ متفرق حالات

فوٹو نسخہ رقم ۵۵۹ (معارفِ عامّہ) دار الکتب المِصریّہ، قاہرہ ۲/۱۱

مجھ سے ابو محمد حسن بن عمرو نے بیان کیا کہ ہند کے ہر شہر میں کسبیاں ہوتی ہیں، لیکن ان کے مخصوص و معلوم گھرانے ہوتے ہیں، ان کے علاوہ باقی لوگ ضبطِ نفس اور عفت پر سختی سے عمل کرتے ہیں، اُس مرد کو سخت ترین سزا دی جاتی ہے جو غیر کسبی سے زنا کرے، اور اُس عورت کو بھی سخت سزا ملتی ہے جو اُن کسبیوں میں سے نہ ہو۔ جن کے نام سرکاری رجسٹروں میں درج ہوتے ہیں۔ غیر کسبی عورت اگر کسبی بننا چاہے تو اس کے گھر والے اس سے سارے ناتے توڑ لیتے ہیں اور اس سے اپنے قطع

تعلق کی تحریر لکھ دیتے ہیں، اور عورت کو گھر سے نکال دیتے ہیں اور کبھی اس کو سلام نہیں کرتے وہ عورت کسبی ہوجاتی ہے لیکن اس کا رتبہ پیشہ ور کسبیوں سے کم ہوتا ہے۔ ہندوستان کے ہر شہر میں گواہی وہ بوڑھی کسبیاں دیتی ہیں جن کی مائیں اور نانیاں کسبی تھیں، ان بوڑھیوں کی بات اور گواہی ہر معاملہ میں سنی اور مانی جاتی ہے۔ جب کوئی مرد کسی کسبی سے اپنے ساتھ رات گذارنے کا وعدہ لے لے اور اس کو بیعانہ دے دے تو اگر کسبی کو کوئی دوسرا آدمی اس رات کے لئے دگنے چوگنے روپیے بھی دے تو وہ اس کے ساتھ رات نہ گذارے گی اور پہلے کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کرے گی۔

۱۲/۲ منصورہ (موجودہ حیدر آباد سندھ) کے ایک باشندہ نے کہا جو مانکیر[۱] آیا جایا کرتا تھا۔ مانکیر اور ساحل بلادُر کے درمیان سینکڑوں فرسخ (۱ فرسخ = ۳ عرب میل) کا فاصلہ ہے اور یہاں بلّا رائے (مسالک: بلہور) کی حکومت ہے، کہ ہند کے بعض پہاڑوں میں ایسے زہریلے جنکبرے اور مٹیالے سانپ ہوتے ہیں کہ اگر کسی انسان کو دیکھ لیں اور انسان ان کو، تو موخر الذکر فوراً مرجاتا ہے، یہ سانپ سب سے زیادہ زہریلا ہوتا ہے۔ مؤلف کتاب: اس سانپ کو مُکلّلہ (لسرفقتھا؟) کہتے ہیں اور یہ اتنا زہریلا ہوتا ہے کہ اگر اس کی نظر کسی حیوان پر پڑے تو وہ مرجاتا ہے، لیکن اگر وہ فوراً بعد کسی دوسرے جانور کو دیکھ لے تو پہلا بچ جاتا ہے اور دوسرا مرجاتا ہے، کیوں کہ زہر کا اثر دوسرے میں سرایت کرجاتا ہے، اس کو مُکلّلہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دوسری صنف کے ایک سانپ پر سوار ہوتا ہے جو اس کو لئے پھرتا ہے۔

---

[۱] مانیا کھیتا، بلّا رائے کا پایۂ تخت، نربدا دریا سے تین سو پچاس میل جنوب میں۔ حدود العالم ص ۲۳۸ تصحیح و توضیح ڈی منارسکی ۱۹۳۲ء۔

(باقی)